فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۰۱)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: چھوٹے بچوں کی پرورش کا حق کسے حاصل ہے؟

جواب: تاریخ انسانی میں احترام آدمیت کی جو تعلیمات اسلام نے بیان کی ہیں کسی دوسرے مذہب یا تہذیب و تحریک کے حاشیہ خیال سے بھی نہیں گزریں، اسلام ابن آدم کی پانچ چیزوں کی حفاظت کرتا ہے، جان، مال، عقل، عزت اور ایمان، پیدائش سے جوانی تک کے مراحل جن میں بعض ایسے ہیں کہ انسان بے حیثیت سا ڈھانچہ ہے اسے کامل اور مکمل توجہ کی ضرورت ہے، قدم بہ قدم رہنمائی مانگتا ہے، اس کی پرورش اس کی جسمانی عقلی اور دینی ضروریات نبھانے کی ذمہ داری ماں باپ کو سونپی گئی ہے، لیکن بسا اوقات ستم ظریف حالات کی مجبوریاں بچے کے ماں باپ میں جدائی کا پیغام لاتی ہیں انہیں ایک دوسرے سے جدا ہونا پڑتا ہے۔

ایسے عالم میں اس بچے کی ذمہ داری کون اٹھائے گا جسے نشو ونما کی ضرورت ہے، جس کا ماں باپ کے اس ہنگام میں ذرا سا بھی دخل نہیں، تو اسلام نے اس کے لئے ماں یا باپ میں سے کسی ایک کو خاص نہیں کیا، بل کہ اس کے لئے ماں باپ کی صلاحیت کو دیکھا جائے گا کون ہے جو اس کی پرورش کر پائے گا، اسے مکمل دینی، روحانی، جسمانی اور عقلی ضروریات فراہم کر سکے گا ماں یا باپ، اگر ماں کے اندر یہ صلاحیت موجود ہے، تو بچہ ماں کے نام اور اگر باپ کے اندر یہ صلاحیت موجود ہے، تو بچہ باپ کی پرورش میں دیا جائے گا، عربی زبان میں

اسے ''حضانۃ'' کہتے ہیں۔

حضانت کا معنی بیان کرتے ہوئے علامہ صنعانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي الشَّرْعِ حِفْظُ مَنْ لَّايَسْتَقِلُّ بِأَمْرِهِ وَتَرْبِيَتُهٗ وَ وِقَايَتُهٗ عَمَّا يُهْلِكُهٗ أَوْ يَضُرُّهٗ.

''شرعی اصطلاح میں 'حضانۃ' کہتے ہیں اس کی حفاظت جو اپنے معاملات میں خود مختار نہ ہو، اس کی تربیت کرنا اور مہلک یا مضر چیزوں سے بچانا۔''

(سُبُل السّلام شرح بلوغ المرام: ۳۳۰/۲)

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ امْرَأَةً قَالَت: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّ ابْنِي هٰذَا كَانَ بَطْنِي لَهٗ وِعَاءً، وَثَدْيِي لَهٗ سِقَاءً، وَحِجْرِي لَهٗ حِوَاءً، وَإِنَّ أَبَاهُ طَلَّقَنِي، وَأَرَادَ أَنْ يَّنْتَزِعَهٗ مِنِّي، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنْتِ أَحَقُّ بِهٖ مَا لَمْ تَنْكِحِ.

''ایک عورت نے عرض کیا کہ اللہ کے رسول! میں نے اس بچے کو اپنے شکم میں رکھا، دودھ پلایا اور پالا پوسا۔ اس کے ابو نے مجھے طلاق دے دی ہے اور اسے مجھ سے چھیننا چاہتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آگے نکاح کرنے تک آپ کا زیادہ حق ہے۔''

(مسند الإمام أحمد: ۱۸۲/۲، سنن أبي داوٗد: ۲۲۷۶، السنن الکبریٰ للبیهقي: ۷/۸، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ نے (۲/ ۲۰۷) نے ''صحیح الاسناد'' اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ

نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❁ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(البدر المنير : ٣١٧/٨)

❁ علامہ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يَخْتَلِفُوا أَنَّ الْأُمَّ أَحَقُّ بِالْوَلَدِ الطِّفْلِ مِنَ الْأَبِ مَا لَمْ تَتَزَوَّجْ فَإِذَا تَزَوَّجَتْ فَلَا حَقَّ لَهَا فِي حِضَانَةٍ، فَإِنْ كَانَتْ لَهَا أُمٌّ فَأُمُّهَا تَقُومُ مَقَامَهَا ثُمَّ الْجَدَّاتُ مِنْ قِبَلِ الْأُمِّ أَحَقُّ بِهِ مَا بَقِيَتْ مِنْهُنَّ وَاحِدَةٌ.

''اہل علم کا اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ ماں جب تک آگے شادی نہ کر لے، چھوٹے بچے پر والد سے زیادہ حق رکھتی ہے۔ جب شادی کر لے، تو بچے پر کوئی حق نہیں۔ اگر ماں نہ ہو، تو نانی، پھر اوپر والی جدات حق دار ہوں گیں۔''

(مَعالم السنن : ٢٨٢/٣)

یہ اجماعی مسئلہ ہے۔

❁ علامہ ابو بکر ابن العربی رحمہ اللہ (۵۴۳) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى ذَالِكَ.

''علمائے کرام کا اس پر اتفاق ہے۔''

(المسالك شرح موطّأ مالك : ٤٨٩/٦، القبس في شرح موطّأ مالك بن أنس، ص ٩٥٤)

❁ ابو میمونہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں

''میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا کہ فرمانے لگے ایک عورت رسول

اللہ ﷺ کے پاس آ کر کہنے لگی: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، میرے شوہر میرے بیٹے کو مجھ سے جدا کرنا چاہتے ہیں، جب کہ میرا بیٹا مجھے فائدہ دیتا ہے اور بئرِ ابی عنبہ سے پانی بھر کر لاتا ہے۔ اس کا خاوند بھی آ کر کہنے لگا: میرے بیٹے کے متعلق کون جھگڑ رہا ہے۔ آپ ﷺ گویا ہوئے: بیٹا! یہ آپ کے ابو جان ہیں اور یہ آپ کی امی جان ہیں، جس کے ساتھ جانا چاہتے ہو، جا سکتے ہو۔ بچے نے ماں کا ہاتھ پکڑا اور چلتے بنے۔''

(سنن النسائي : ٣٤٩٦، مسند الإمام أحمد : ٢٩٦/٢، سنن أبي داوٗد : ٢٢٧٧، سنن الترمذي : ١٣٥٧، سنن ابن ماجة : ٢٣٥١، وسندهٗ صحيحٌ)

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''حسن صحیح''، امام حاکم رحمہ اللہ (۴/۱۹۷) نے ''صحیح الاسناد'' اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❁ علامہ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا فِي الْغُلَامِ الَّذِي قَدْ عَقَلَ وَاسْتَغْنٰى عَنِ الْحِضَانَةِ فَإِذَا كَانَ كَذٰلِكَ خُيِّرَ بَيْنَ أَبَوَيْهِ .

''یہ حکم اس بچے سے متعلق ہے، جو عاقل ہو اور کسی کی دیکھ بھال کا محتاج نہ ہو، لہٰذا جب بچہ ایسا ہو، تو اسے ماں باپ کے درمیان اختیار دیا جائے گا ہے۔''

(معالم السنن : ٢٨٣/٣)

❁ ناصر السنہ، علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ مطلق نہیں ہے، بل کہ جو بچہ جان پہچان رکھتا ہو، تو اس صورت حال کی استثنی ہو سکتی ہے۔ ورنہ بچے کو اختیار کا سوچا بھی نہیں جا سکتا، کیوں کہ وہ ضعیف

العقل ہے۔اس کی مزید تفصیل 'زادالمعاد' میں دیکھی جاسکتی ہے۔''

(حاشية الروضة النَّدِيَّة : ۳۳۸/۲)

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ہم نے جسے اختیار یا قرعہ کے ذریعہ مقدم کیا ہے، وہ بچے کی مصلحت کی پیشِ نظر ہے۔ باپ کی بہ نسبت ماں زیادہ خیال رکھنے والی اور غیرت مند ہو، تو اسے مقدم کریں گے، اس حالت میں کسی قرعہ یا بچے کے اختیار کا اعتبار نہیں ہوگا، کیوں کہ وہ کم عقل ہے، ڈھیل اور کھیل کود کو ترجیح دے گا۔ بچہ جب ماں باپ میں سے کسی ایسے کو اختیار کر لے، جو فضولیات میں اس کی مدد کرتا ہے، اس صورت میں بچے کا اختیار نا قابلِ التفات ہوگا اور اس کے پاس رہے گا، جو اس کے حق میں شرعی طور پر خیر اور حفاظت کا باعث ہو۔ شریعت اسی کی گنجائش دیتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے بچوں کو سات سال کی عمر میں نماز کا حکم دو اور دس برس کی عمر میں نماز چھوڑنے پر زدوکوب کرو۔ نیز بستر بھی علیحدہ کردو۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَّقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ﴾(التحريم : ٦)'مومنو! خود اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچالو، جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہوں گے۔' امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت کا خیال رکھیں۔ ماں جب اسے مکتب میں رکھے گی اور قرآن کی تعلیم سے آشنا کرے گی اور بچہ کھیل کود اور اپنے ساتھیوں کی محفل کو ترجیح دے، جب کہ باپ بھی اس سب کا اہتمام کرسکتا ہے، تو باپ بغیر کسی قرعہ کے زیادہ حق دار ہے۔اس کے برعکس

ہو، تو بھی یہی حکم ہے۔ اگر دونوں میں سے کوئی بچے میں اللہ اور رسول کے اوامر نافذ کرنے کی استعداد نہیں رکھتا اور دوسرا ان سب کا خیال رکھ سکتا ہے اور یہی حق دار ہوگا۔ میں نے اپنے شیخ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو فرماتے سنا تھا: کسی حاکم کے ہاں والدین کا ایک بچے کے متعلق جھگڑا ہو گیا۔ قاضی کے اختیار دینے پر بچے نے باپ کو اختیار کر لیا۔ ماں نے قاضی سے کہا کہ بچے سے پوچھیے کہ باپ کو کیوں چنا؟ پوچھنے پر کہنے لگا: میری ماں مجھے روزانہ لکھاری کے پاس بھیجتی ہے اور استاذ مجھے مارتا ہے، جب کہ میرے ابو مجھے بچوں کے ساتھ کھیلنے دیتے ہیں، قاضی نے ماں کے حق میں فیصلہ کر کے فرمایا: آپ ہی اس کی زیادہ حق دار ہیں۔ ہمارے استاذ محترم فرمایا کرتے تھے کہ جب ماں باپ میں سے کوئی اپنے بچے کی تعلیم اور فرائض کو چھوڑ دے، وہ گناہ گار ہے اور اس کی کوئی ولایت نہیں، بل کہ جو بھی بچے کے واجب امور کا اہتمام نہ کرے وہ ولایت کا اہل نہیں ہے۔ یا تو اس سے ولایت چھین کر کسی مہتمم کو دے دی جائے گی یا اس کے ساتھ کسی ایسے کو شریک کر دیا جائے گا جو واجبات کا اہتمام کروائے، کیوں کہ مقصود جہاں تک ممکن ہو اللہ و رسول کی اطاعت کرنا ہے۔ ہمارے شیخ فرماتے ہیں: یہ کوئی موروثی حق نہیں ہے، کہ جو رشتہ داری، نکاح یا ولا سے حاصل ہو جائے اور وارث پارسا ہو یا فاسق و فاجر، بل کہ یہ ایسی ولایت ہے، جس میں واجبات، اس کا علم اور جتنا ممکن ہو، عمل میں لانے کی بساط ہو۔ نیز فرماتے ہیں: فرض کیا ایک بندہ کسی عورت سے شادی کر لے اور وہ عورت اس کی بیٹی کا خیال رکھے، نہ اس کی مصلحت کو سمجھے۔ جب کہ اس کی

ماں اپنی سوتن سے زیادہ اس کی مصلحت کا خیال رکھتی ہے اور تربیت بھی بخوبی کر سکتی ہو۔ اس صورت حال میں پرورش ماں کا حق ہے۔ نیز فرماتے ہیں کہ یہ معلوم ہونا چاہیے کہ شارع علیہ السلام نے والدین میں سے کسی کو بھی مطلق طور پر مقدم نہیں کیا اور نہ ہی عمومی طور پر بچے کو اختیار دیا ہے۔ علمائے کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ پرورش کرنے میں علی الاطلاق کوئی بھی مقدم نہیں ہے۔ لہٰذا کسی سرکش اور مفرط کو نیک عادل اور محسن پر مقدم نہیں کیا جا سکتا، واللہ اعلم!''

(زاد المَعاد في هدي خير العِباد: ٤٧٥/٤)

سوال: ایک چار سالہ بچی کی والدہ فوت ہو گئی، وہ پیدائش سے ہی ننہال کے گھر میں زیر پرورش ہے اور ماں نے وفات سے پہلے یہ بچی نانی کو سپرد کر دی تھی، جبکہ بچی کا باپ اسے اپنے پاس لانا چاہتا ہے، کیا بلوغت تک بچی کی پرورش کا حق نانی کو حاصل ہے، یا بچی کا باپ اپنے پاس لا سکتا ہے؟

جواب: اگر باپ بچی کو اپنے پاس رکھنا چاہتا ہے، تو وہ اس کا حق دار ہے۔

سوال: نانی کی موجودگی میں پھوپھی کا حق حضانت حاصل ہے؟

جواب: اگر نانی بچی کی اچھی طرح دیکھ بھال کر سکتی ہے، تو حق حضانت اسی کو حاصل ہے، پھوپھی کو نہیں۔

سوال: مطلقہ ماں کو کب تک حق پرورش حاصل رہتا ہے؟

جواب: میاں بیوی میں طلاق ہو جائے، تو نابالغ بچوں کی تربیت کا زیادہ حق ماں کو حاصل ہے، الا کہ ماں کی پرورش بچے کے حق میں بہتر نہ ہو، تو یہ حق باپ کو حاصل ہو جاتا

ہے، البتہ اگر مطلقہ ماں دوسری جگہ شادی کر لے، تو اسے حق پرورش نہیں رہتا۔

❁ علامہ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

''اہل علم کا اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ ماں جب تک آگے شادی نہ کر لے، چھوٹے بچے پر والد سے زیادہ حق رکھتی ہے۔ جب شادی کر لے، تو بچے پر کوئی حق نہیں۔ اگر ماں نہ ہو، تو نانی، پھر اوپر والی جدات حق دار ہوں گیں۔''

(مَعالم السنن : ۲۸۲/۳)

یہ اجماعی مسئلہ ہے۔

❁ علامہ ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ (۵۴۳ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلٰی ذَالِکَ .

''علمائے کرام کا اس پر اتفاق ہے۔''

(المسالك شرح موطّأ مالك : ٤٨٩/٦، القبس في شرح موطّأ مالك بن أنس، ص ٩٥٤)

سوال: تین سالہ بچی کی والدہ فوت ہوگئی، تو بلوغت تک اس کی پرورش نانی نے کی، تو کیا نانی بچی کے نکاح کی ولی بن سکتی ہے؟

جواب: نکاح میں عورت کو حق ولایت حاصل نہیں، حتی کہ ماں بھی اپنی بیٹی کی ولی نہیں بن سکتی، یہ حق صرف مردوں کا ہے۔

❁ فقہائے سبعہ فرماتے ہیں:

لَا تَعْقِدُ امْرَأَةٌ عُقْدَةَ النِّکَاحِ فِي نَفْسِهَا، وَلَا فِي غَیْرِهَا .

''عورت اپنا یا کسی عورت کا نکاح نہیں کر سکتی۔''

(السّنن الكبرىٰ للبيهقي : ۱۱۳/۷، وسندهٗ حسنٌ)

۞ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) نکاح میں ولی کی اجازت شرط ہونے کے متعلق لکھتے ہیں:

''اس کی دلیل قرآن وسنت میں بار ہا مقامات پر موجود ہے، یہی صحابہ کی عادت تھی، مرد ہی عورتوں کا نکاح کرتے تھے، یہ ثابت نہیں ہوسکا کہ (اس دور میں) کسی عورت نے اپنا نکاح خود کر لیا ہو، اسی بات سے نکاح اور ناجائز آشنائی والیوں میں فرق ہوتا ہے۔'' (مجموع الفتاویٰ : ۱۳۱/۳۲)

۞ علامہ ابن قدامہ مقدسی رحمہ اللہ (۶۲۰ھ) لکھتے ہیں:

إِنَّ النِّكَاحَ لَا يَصِحُّ إِلَّا بِوَلِيٍّ وَّلَا تَمْلِكُ الْمَرْأَةُ تَزْوِيجَ نَفْسِهَا وَلَا غَيْرِهَا وَلَا تَوْكِيلَ غَيْرِ وَلِيِّهَا فِي تَزْوِيجِهَا، فَإِنْ فَعَلَتْ لَمْ يَصِحَّ النِّكَاحُ .

''ولی کے بغیر نکاح جائز نہیں، نہ ہی عورت اپنا یا کسی اور عورت کا نکاح کر سکتی ہے، نہ اپنے ولی کے علاوہ کسی اور کو اپنے نکاح کی ذمہ داری دے سکتی ہے، اگر ایسا کرے گی تو نکاح درست نہ ہوگا۔'' (المغني : ١٤٩/٦)

۞ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ نکاح میں ولی کی اجازت شرط ہونے کی حکمت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''نکاح میں ولی کی جو شرط لگائی گئی ہے، اس میں ولیوں کی شان کو بلند کرتا ہے اور عورتوں کا نکاح کے ساتھ منفرد ہونا یہ ان کی رسوائی ہے، جس کا باعث قلتِ حیاء، مردوں پر برجستہ ہونا اور ان کی پروانہ کرنا ہے اور یہ بات بھی ہے کہ نکاح کو بدکاری سے تشہیر کے ساتھ جدا کیا جائے اور اس تشہیر میں سب سے زیادہ

حق دار چیز ولیوں کا حاضر ہونا ہے۔''

(حجة اللّٰه البالغة : ۱۲۷/۲)

سوال: کیا ماں کو لڑکا اور لڑکی دونوں کی پرورش کا حق حاصل ہے؟

جواب: ماں کو لڑکا اور لڑکی دونوں کا حق پرورش حاصل ہے، الا کہ بچوں کے لیے ماں کی پرورش بہتر نہ ہو، تو یہ حق باپ کو حاصل ہوگا، اگر باپ میں بھی صلاحیت نہیں، تو خاندان کے کسی ایسے فرد کو حق حضانت حاصل ہوگا، جس کی تربیت بچے کے لیے مفید ہو۔

سوال: اگر بچوں کی پرورش ماں کر رہی ہے، تو ان کا نان ونفقہ کس کے ذمہ ہے؟

جواب: بچوں کا نان ونفقہ باپ کے ذمہ ہے۔

سوال: ناجائز بچے کی پرورش کی ذمہ داری کس پر ہے؟

جواب: اس کی ذمہ داری ماں پر ہے۔

سوال: کیا ولد الزنا کی پرورش کرنا گناہ ہے؟

جواب: جو بچہ دنیا میں آچکا ہے، خواہ جائز ذریعہ سے آیا ہو یا ناجائز، بہر حال اسے زندہ رہنے کا حق ہے، اس کی پرورش کرنا ماں پر ضروری ہے۔ یہ گناہ نہیں ہے۔

سوال: جب ماں دوسری جگہ نکاح کر لے، تو کیا بچے کی دادی دایہ گیری کر سکتی ہے؟

جواب: اگر دادی میں پرورش کی صلاحیت ہے، تو کر سکتی ہے۔

سوال: بچے کو دودھ پلوانا کس کے ذمہ ہے؟

جواب: بچے کو دودھ پلوانا باپ کے ذمہ ہے، یعنی اگر ماں دودھ نہ پلائے، یا نہ پلا سکتی ہو، تو باپ کے لیے ضروری ہے کہ بچے کے لیے دودھ کا انتظام کرے۔

سوال: حق پرورش کی مدت کیا ہے؟

(جواب): پرورش کی مدت بلوغت تک ہے۔

(سوال): پرورش کا خرچ کس کے ذمہ ہے؟

(جواب): پرورش کا خرچ باپ کے ذمہ ہے۔

(سوال): بچی کا ولی کون ہوگا؟

(جواب): بچی کا ولی اس کا باپ ہوگا، اگر باپ موجود نہیں، تو لڑکی کے عصبہ رشتہ داروں میں سے قریب ترین مرد اس کا ولی ہوگا۔

(سوال): خالہ اور چچا میں سے حق پرورش کسے حاصل ہے؟

(جواب): اگر خالہ میں تربیت کی قابلیت ہے، تو اسے حق پرورش حاصل ہوگا۔

(سوال): ایک بچی کے نانی اور تایا زندہ ہیں، حق پرورش کسے حاصل ہوگا؟

(جواب): بچی کی نانی میں صلاحیت ہے، تو اسے ہی حق پرورش حاصل ہوگا، البتہ ولایت تایا کو حاصل ہوگی۔

(سوال): پھوپھی اور تائی میں حق پرورش کسے حاصل ہوگی؟

(جواب): اگر پھوپھی میں پرورش کی قابلیت ہے، تو اسے ہی حق پرورش حاصل ہوگا۔

(سوال): میاں بیوی میں طلاق ہوئی، ان کی چھوٹی بچی ہے، اس کی حضانت کا حق کسے حاصل ہوگا، جبکہ بچی کی ماں فاحشہ ہے؟

(جواب): ماں اور باپ میں سے حق حضانت ماں کو تب حاصل ہوگا، جب وہ بچے کی اچھی تربیت کی صلاحیت رکھتی ہو، مذکورہ صورت میں چونکہ ماں فاحشہ ہے، تو ایسی ماں کو بچی کی پرورش کا حق دینا خود بچی کے لیے نقصان دہ ہے، لہٰذا ضروری ہے کہ بچی کی پرورش کا حق اسے دیا جائے، تو اس کی اسلامی نہج پر تعلیم وتربیت کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو، اگر باپ

یہ کرسکتا ہے، تو اسے یہ حق حاصل ہوگا، ورنہ خاندان کے جس فرد میں یہ صلاحیت موجود ہو، وہ ہی اس بچے کی حضانت کا حق دار ہے۔

۞ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بچے کو اختیار دینا ثابت ہے۔ خلفائے راشدین اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے عمل میں بھی یہی ملتا ہے۔ صحابہ میں تو کوئی اس کا مخالف تھا نہ منکر۔ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ یہ حد درجہ کا انصاف ہے، کیوں کہ عورت کو بچے کے بچپن کا خیال رکھ کر مقدم کر دیا گیا ہے، وجہ یہ ہے کہ اس عمر میں بچے کو اٹھانے، دودھ پلانے، تربیت اور وہ دیکھ بھال، جسے صرف عورتیں ہی کرسکتی ہیں، کے لیے ماں کی ضرورت ہوتی ہے۔ ورنہ ماں والدین میں ایک ہے، اسے والد پر مقدم کیسے کیا جا سکتا ہے؟ جب بچہ ایسی عمر کو پہنچ جائے، جس میں خود کا خیال رکھ سکتا ہو، اٹھنے بیٹھنے میں کسی کا محتاج نہ ہو اور کسی عورت کی مدد کا ضرورت مند نہ رہے، تو ماں باپ کا حق برابر ہو جائے گا اور ماں کو مقدم کرنے والا سبب زائل ہو جائے گا۔ لہٰذا والدین کا حق برابر ہے۔ ان میں سے کسی ایک کو دوسرے پر مقدم کسی قرینے کی بنا پر کیا جائے گا۔ یہ قرینہ قرعہ کی صورت میں خارجی ہوگا یا بچے کو اختیار دینے کی صورت میں ہوگا۔ دونوں صورتیں سنت سے ثابت ہیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں دونوں صورتیں جمع ہیں۔ ہم دونوں کو معتبر سمجھتے ہیں، کسی ایک کی وجہ سے دوسرے کو ٹھکراتے نہیں۔ اسے مقدم کرتے ہیں، جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقدم کیا۔ اسے مؤخر کرتے ہیں، جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤخر کیا ہے۔ لہٰذا بچے کے

اختیار کو مقدم کیا جائے گا، کیوں کہ قرعہ کی طرف تب التفات کیا جائے گا، جب تمام حقوق برابر ہوں اور اس کے علاوہ کوئی اور چارہ کار نہ ہو۔ یوں کیا جائے گا کہ بچے کو اختیار دے کر والدین میں سے کسی ایک کو مقدم کیا جائے گا۔ اگر بچہ کسی کو بھی اختیار نہ کرے یا دونوں کو اختیار کر لے، تو قرعہ اندازی کی جائے گی۔ جس مسئلہ میں سنت کا موافقت نہ ہو، اس میں قرعہ اندازی بہترین، انصاف پر مبنی اور تنازع کرنے والوں کی رضا مندی کے ساتھ فیصلہ کرنے کی پختہ صورت ہے۔ امام احمد بن حنبل اور امام شافعی رحمہما اللہ کے مذہب میں ایک اور صورت یہ ہے کہ اگر بچہ کسی کو بھی اختیار نہ کرے، تو بچہ بغیر کسی قرعہ کے ماں کے پاس ہی رہے گا، کیوں کہ ''حضانہ'' ماں کا حق ہے، جو صرف بچے کے اختیار سے ہی منتقل ہوسکتا ہے۔ اگر بچہ اختیار نہ کرے، تو ہر صورت ماں کے پاس ہی ہوگا۔''

(زاد المعاد في هدي خير العباد : ٤٦٨/٥)

سوال: جب ماں فاجرہ ہو، تو کیا اسے حق پرورش حاصل ہوگا؟

جواب: فاجرہ ماں کو حق پرورش دینا بچے کی تربیت کے لیے خطرناک ہے، اس کی دنیا وآخرت برباد ہونے کا اندیشہ ہے، اس لیے حکمت کا تقاضا ہے کہ ایسی ماں کو حق حضانت دینے کے بجائے خاندان کے اس فرد کو دیا جائے، جو بچے کی تعلیم وتربیت کا معقول انتظام کر سکے اور اسے اچھا مسلمان اور اچھا شہری بنائے۔

سوال: حق پرورش میں کیا ترتیب ہے؟

جواب: علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

''ہمارے استاذ محترم علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ایک اور ضابطہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: مسئلہ حضانت میں یہ کہنا انتہائی مناسب ہوگا کہ یہ ایسی ولایت ہے، جس میں شفقت، تربیت اور لطف وکرم کو ملحوظِ خاطر رکھا جاتا ہے۔ اس کا زیادہ حق دار بھی وہی ہے، جو اس بچے کے زیادہ قریب ہو اور ان صفات کا زیادہ حامل ہو۔ یہ اس کے قریبی رشتہ دار ہی ہو سکتے ہیں۔ پھر ان میں سے بھی زیادہ قریبی اور ان صفات سے متصف کو مقدم کیا جاتا ہے۔ اگر ان صفات کے حاملین میں دو یا زیادہ برابر ہو جائیں۔ اگر ان کے درجات برابر ہوں، تو مؤنث کو مذکر پر ترجیح دی جائے گی۔ لہٰذا ماں کو باپ پر، دادی کو دادا پر، خالہ کو ماموں پر، پھوپھی کو چچا پر اور بہن کو بھائی پر ترجیح دی جائے گی۔ اگر دو برابر مذکر یا مؤنث جمع ہو جائیں، اسے قرعہ کے ذریعے مقدم کیا جائے گا۔ اگر بچے کے ساتھ ان کے درجات مختلف ہوں اور قرابت ایک ہی جہت سے ہو، تو بہن کو بیٹی پر، بچے کی خالہ کو والدین کی خالہ پر، والدین کی خالہ کو دادا کی خالہ پر اور نانا و نانی کو اخیافی بھائی پر مقدم کیا جائے گا، کیوں کہ حضانہ کے مسئلہ میں ابو اور چچا کی جہت بھائیوں کی جہت سے زیادہ قوی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اخیافی بھائی کو مقدم کیا جائے گا، کیوں کہ میراث میں نانا سے زیادہ قوی ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے مذہب میں یہ دونوں صورتیں موجود ہیں۔''

(زاد المعاد في هَدي خير العِباد : ٥/٥٠)

سوال: کیا بیوی کے نان ونفقہ کا بندوبست کرنا شوہر کے ذمہ ہے؟

جواب: بیوی کے بنیادی اخراجات اور رہن سہن کا انتظام کرنا شوہر کے ذمہ ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا﴾(البقرة : ٢٣٣)

''باپوں پر دستور کے مطابق بیویوں کا روٹی کپڑا ہے، ہر کسی کو اس کی وسعت کے مطابق مکلّف ٹھہرایا جائے گا۔''

سوال: عورت جہیز میں جو کچھ لے کر آئی ہے، اس کا مالک کون ہے؟

جواب: قطع نظر اس کے کہ جہیز لینا دینا جائز ہے یا نہیں، جہیز عورت کی ملکیت ہے، وہ اس میں اپنی مرضی سے تصرف کر سکتی ہے۔

سوال: وفات شوہر کی عدت کے دوران کیا عورت نان ونفقہ کی حق دار ہوگی؟

جواب: عدت وفات شوہر والی عورت اگر حاملہ ہے، تو وہ نان ونفقہ کی حق دار ہوگی، جس کی ادائیگی شوہر کی جائیداد سے کی جائے گی، اگر عورت حاملہ نہیں، تو اس کا خرچہ کسی کے ذمہ نہیں۔

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَإِنْ كُنَّ أُولَاتِ حَمْلٍ فَأَنْفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾

(الطّلاق : ٦)

''عورتیں حاملہ ہوں، تو وضع حمل تک ان پر خرچ کریں۔''

❁ سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کو تین طلاقیں ہوئیں، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا نَفَقَةَ لَكِ إِلَّا أَنْ تَكُونِي حَامِلًا .

''آپ کے لیے کوئی نفقہ نہیں ہے، الا کہ آپ حاملہ ہوتیں۔''

(سنن أبي داود : ۲۲۹۰، وسندهٗ صحیحٌ)

سوال: مرنے والے کی لڑکی کا ولی کون ہوگا؟

جواب: لڑکی کا باپ موجود نہ ہو، تو اس کے عصبہ رشتہ داروں میں قریب ترین مرد ولی ہوتا ہے، مذکورہ صورت میں اگر لڑکی کا دادا زندہ ہے، تو وہ ہی ولی ہوگا۔

سوال: ایک شخص نے نکاح کرواتے وقت کہا تھا کہ اگر یہ اپنی زوجہ کو نان ونفقہ نہ دے گا، تو اس کا میں ضامن ہوں، پھر شوہر نے بیوی کو نان ونفقہ نہ دیا، تو کیا عورت ضامن سے نان ونفقہ کا مطالبہ کرسکتی ہے؟

جواب: ضامن سے مطالبہ کیا جا سکتا ہے۔

سوال: جس عورت کو تیسری طلاق ہو جائے اور وہ ابھی عدت میں ہو، تو کیا دوران عدت اس کا نان ونفقہ شوہر کے ذمہ واجب ہے یا نہیں؟

جواب: شوہر پر اس وقت نان ونفقہ واجب ہے، جب عورت طلاق رجعی کی عدت میں ہے، اگر تیسری طلاق ہو چکی ہے، تو اس کے بعد چونکہ رجوع کا حق ختم ہو جاتا ہے، لہٰذا طلاق بائن کی عدت میں اس پر نان ونفقہ واجب نہیں۔

❀ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّمَا النَّفَقَةُ وَالسُّكْنٰى لِلْمَرْأَةِ إِذَا كَانَ لِزَوْجِهَا عَلَيْهَا الرَّجْعَةُ .

''رجعی طلاق میں ہی عورت کے لیے نفقہ وسکنی ہے۔''

(سنن النّسائي : ۳٤۰۳، وسندهٗ صحیحٌ)

اس پر مسلمانوں کا اجماع واتفاق ہے۔

❀ حافظ بغوی رحمہ اللہ (۵۱٦ھ) لکھتے ہیں:

لَا خِلَافَ بَيْنَ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي الْمُعْتَدَّةِ الرَّجْعِيَّةِ أَنَّهَا تَسْتَحِقُّ النَّفَقَةَ، وَالسُّكْنٰى عَلٰى زَوْجِهَا .

''اہل علم کا اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ طلاقِ رجعی کی عدت گزارنے والی عورت کا نفقہ وسکنی خاوند کے ذمہ ہے۔''(شرح السُّنّة : ۳۰۲/۹)

سوال: کیا اولاد کی تعلیم وتربیت اور شادی بیاہ کے اخراجات باپ کے ذمہ ہیں؟

جواب: جی ہاں۔

سوال: چھوٹے بچے کا خرچہ کس کے ذمہ ہے؟

جواب: چھوٹے بچے کا خرچہ اس کے باپ کے ذمہ ہے۔

سوال: شوہر بیوی کو اپنے ساتھ سفر پر لے جانا چاہتا ہے، مگر بیوی انکار کرتی ہے، کیا اس بنا پر شوہر اس کا نان ونفقہ بند کرسکتا ہے؟

جواب: بیوی کو بلا وجہ انکار نہیں کرنا چاہیے، البتہ بیوی کے انکار کے باوجود شوہر پر نان ونفقہ کی ادائیگی ضروری ہے، ورنہ وہ گناہ گار ہوگا۔

سوال: اگر بیوی بلا وجہ شوہر کے مکان میں نہ جائے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: شوہر کے ذمہ بیوی کے نان ونفقہ اور رہائش کا بندوبست کرنا ہے، اس کے باوجود اگر بیوی شوہر کے مکان میں جانے سے انکار کرے، تو وہ گناہ گار ہوگی، کیونکہ اس پر شوہر کی اطاعت فرض ہے۔

سوال: کیا شوہر پر بیوی کی سابقہ اولاد کا خرچہ ادا کرنا بھی ضروری ہے؟

جواب: بیوی کی سابقہ اولاد کا نان ونفقہ شوہر کے ذمہ نہیں، البتہ اگر بیوی نے نکاح کے وقت ایسی کوئی شرط عائد کی تھی، تو اسے پورا کرنا ضروری ہے۔

(سوال): کیا بوڑھے والدین کا نان ونفقہ اولاد کے ذمہ ہے؟

(جواب): جب والدین بڑھاپے میں پہنچ جائیں اور مالی وجسمانی طور پر محتاج ہو جائیں، تو ان کی خدمت خاطر کرنا اور ان کی تمام تر بنیادی ضروریات کا خیال رکھنا اولاد کے ذمہ ہے، والدین سے حسن سلوک کا یہی تقاضا ہے، ورنہ اولاد گناہ گار ہوگی۔

❀ سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''منبر لائیں۔ ہم منبر لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی سیڑھی پر قدم رکھا، تو آمین کہا۔ دوسری سیڑھی پر پہنچے، تو آمین کہا۔ جب تیسری سیڑھی پر چڑھے، تو پھر آمین کہا۔ نیچے تشریف لائے، تو ہم نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آج ہم نے آپ سے خلاف معمول بات سنی، فرمایا: جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہنے لگے: اس کے لیے ہلاکت ہو، جو رمضان پائے، لیکن اس کی مغفرت نہ ہو سکے۔ میں نے آمین کہہ دیا۔ دوسری سیڑھی پر پہنچا، تو جبریل علیہ السلام نے کہا: وہ بھی ہلاک ہو، جس کے پاس آپ کا تذکرہ ہو، لیکن وہ آپ پر درود نہ پڑھے۔ میں نے آمین کہا۔ تیسری پر چڑھا، تو جبریل علیہ السلام نے کہا: وہ بھی ہلاک ہو، جس کے پاس اس کے ماں باپ، دونوں یا ایک بوڑھا ہو اور وہ اس کے جنت میں داخلے کا سبب نہ بن سکیں۔ میں نے پھر آمین کہہ دیا۔''

(المستدرك على الصّحيحين للحاكم : 153/4، وسندهٗ حسنٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''صحیح الاسناد'' اور حافظ ذہبی نے ''صحیح'' کہا ہے۔

(سوال): کیا بیوی شوہر کو گھر میں آنے سے روک سکتی ہے، جبکہ گھر شوہر کا ہی ہے؟

(جواب): بیوی شوہر کو گھر آنے سے منع نہیں کر سکتی۔

(سوال): ایک شخص نے نکاح کیا، پھر تین سال تک بیوی کی خبر نہ لی، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): جب نکاح ہو جائے، تو شوہر پر بیوی کے بنیادی اخراجات کی ذمہ داری عائد ہو جاتی ہے، اگر وہ اس کی خبر گیری نہیں کرتا، تو گناہ گار ہوگا، البتہ اس سے نکاح میں کچھ خلل نہیں آئے گا، نہ ہی طلاق واقع ہوگی۔

(سوال): جس مطلقہ کی عدت ختم ہو جائے، تو کیا آگے نکاح تک اس کا نفقہ پہلے شوہر کے ذمہ رہتا ہے یا نہیں؟

(جواب): شوہر پر حالت نکاح اور طلاق رجعی کی عدت کے ختم ہونے تک بیوی کا نفقہ ادا کرنا ضروری ہے، اس کے بعد نفقہ ادا کرنا شوہر کے ذمہ نہیں۔

(سوال): اگر مطلقہ دوران عدت شوہر کا گھر چھوڑ کر باپ کے گھر چلی جائے، تو کیا اس کا نفقہ شوہر کے ذمہ ہے؟

(جواب): اگر اپنی مرضی سے گئی ہے، تو اس کا نان ونفقہ شوہر کے ذمہ نہیں۔

(سوال): شوہر بیوی کے کسی جرم کی وجہ سے اس سے علیحدگی اختیار کر لے اور طلاق نہ دے، تو کیا اس پر بیوی کا نان ونفقہ واجب ہے؟

(جواب): جب تک شوہر بیوی کو طلاق نہ دے، تو الگ رہنے سے بھی اس کی بیوی ہی رہتی ہے، لہٰذا اس صورت میں بیوی کا نان ونفقہ شوہر کے ذمہ لازم ہے۔

(سوال): کیا سسر اپنے داماد کو دوسری شادی سے روک سکتا ہے؟

(جواب): مرد کو دوسری شادی کا حق حاصل ہے، کوئی فرد بشر یا قانون اسے پابند نہیں کر سکتا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت ہے۔

❁ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامٰى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَالِكَ أَدْنٰى أَلَّا تَعُولُوا﴾(النّساء: ٣)

''اگر اندیشہ ہو کہ آپ یتیم اور نابالغ بچیوں میں عدل نہیں کر پاؤ گے، تو کہیں اور پسند کی شادی کرلو۔ دو دو، تین تین، چار چار شادیاں کر سکتے ہو، البتہ ایک سے زائد بیویوں میں عدل نہ کر سکو، تو صرف ایک شادی کرو، یا پھر لونڈی رکھ لو، یہ بے اعتدالی سے بچنے کا بہترین ذریعہ ہے۔''

سوال: کیا زانیہ بیوی کا نان ونفقہ شوہر کے ذمہ ہے؟

جواب: جب تک بیوی عقد میں ہے، اس کا خرچہ شوہر کے ذمہ ہے، اب بیوی نیک ہو یا بدچلن، زانیہ ہو یا عفیفہ، بہرصورت وہ نان ونفقہ کی حق دار ہے۔

سوال: جو عورت شوہر کی نافرمان ہے اور روکنے کے باوجود گھر سے باہر جائے، تو کیا ایسی بیوی کا نان ونفقہ شوہر پر واجب ہے؟

جواب: ایسی نافرمان بیوی کا نان ونفقہ شوہر کے ذمہ لازم نہیں۔

سوال: اگر بیوی شوہر کی مرضی سے میکے میں رہے، تو کیا وہ خرچہ کی حق دار ہے؟

جواب: اس صورت میں وہ نان ونفقہ کی مستحق ہے۔

سوال: مفقود الخبر شوہر کی بیوی کا نان ونفقہ کس کے ذمہ ہے؟

جواب: اس کا نان ونفقہ شوہر کے مال سے ادا کیا جائے گا۔

سوال: کیا عنین (نامرد) کے ذمہ بیوی کا نان ونفقہ ہے؟

جواب: جی ہاں۔